بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جُرعات

عجیب بات ہے کہ منکرینِ حدیث ایک طرف تو حدیث پاک کے حجّیت دینی، اسلامی قانون کا ماخذ اور اس کے محفوظ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ٹٹول ٹٹول کر اپنے مطلب کی روایتیں پیش بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ جس حدیث کو حاملین و ماہرینِ فنِ حدیث نے تحقیق و تنقید کی چھلنی میں چھان کر ٹکسال باہر کیا ہو۔ زیادہ تر اسی قسم کی روایتوں کو یہ طبقہ زیادہ اچھالتا ہے۔ چنانچہ لاہور کا "ادارۂ ثقافت" اور اس کا "برادرِ بزرگ" "ادارہ طلوع اسلام" آئے دن اس کا ثبوت مہیا کرتے رہتے ہیں۔

رسالہ "طلوع اسلام" (نومبر ۵۸ء) نے پہلے صفحے پر نمایاں طور سے ایسی ہی ایک روایت نقل کی ہے اور حنفی اصول فقہ کی ایک کتاب کا حوالہ دے کر اپنے ناظرین کو باور کرانا چاہا ہے کہ فقہ حنفی بھی اس کے باطل نظریات کی ہم آہنگ ہے۔ اور یوں اپنی مساعی انکار و تردید حدیث کو ہلکا اور محدود کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

وہ روایت یہ ہے یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ۔ افسوس ہے علم و تحقیق کے ان مدعی حضرات کا یہ وطیرہ نہ تحقیقی ہے نہ علمی۔

جواباً گذارش ہے۔

(۱) آپ لوگ حدیث پاک کی حجیت، ثبوت اور ماخذ قانون شرعی ہونے کا صریحاً اور فخراً انکار کرتے ہیں جس پر آپ کا لٹریچر گواہ ہے ــــ مگر حنفیہ کرامؒ حدیث شریف کو قانون اسلامی کا دوسرا ستون نہ صرف کہ مانتے ہیں بلکہ اس ماننے کو ایمان کا جزو جانتے ہیں۔ جس پر فقہ حنفی اور اس کا اصول شاہد عدل ہے۔ اندریں حالات یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ کا ان کو اپنے ساتھ گھسیٹنا۔ صریح مغالطہ اور ناروا جسارت ہے۔

(۲) یہ روایت توضیح میں خبر واحد اور قرآن کے مزعومہ معارضے کے سلسلے میں ذکر کی گئی ہے۔ مگر تلویح حاشیہ توضیح میں اس پر تنقید کر کے ناقابلِ اعتبار بھی اس کو قرار دے دیا گیا ہے "طلوعِ اسلام" کی دیانت کا یہ حال ہے کہ اس نے نقد وجرح کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳) علامہ تفتازانیؒ تلویح میں لکھتے ہیں۔ قد طعن فیہ المحدثون بان فی رواتہ یزید بن ربیعۃ وھو مجھول وترک فی اسنادہ واسطۃ بین الاشعث و ثوبان فیکون منقطعا وذکر یحیی بن معین انہ حدیث وضعتہ الزنادقۃ[۱] (اس کی سند میں ایک راوی لاپتہ ہے۔ دو جگہ سلسلہ ٹوٹا ہوا ہے بلکہ[۲] حافظ ابن معین کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کو ملحدین نے گھڑا ہے) "تلویح کے حنفی محشی مولانا امیر علی نے اس کی تائید کرتے ہوئے امام ابن معین کے حق میں لکھا ہے۔ وھو اعلم ھذہ الامۃ فی علم الحدیث وتزکیۃ الرواۃ۔[۳]

(۴) اس رائے میں امام ابن معینؒ ہی منفرد نہیں۔ دوسرے کبار محدثین بھی یہی کہتے ہیں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ما رواہ احد عمن یثبت حدیثہ فی شیی صغیر ولا کبیر[۴]

[۱] اس امر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ویسے تو علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ) نے اس روایت کو مجروح گردانا ہے، مگر ایک دوسری فاش غلطی کر گئے کہ اس کو صحیح بخاری کی روایت بنادیا۔ تفتازانی معقولیات کے علامہ بلاشبہ ہیں مگر فن حدیث سے بالکل کورے ہیں۔ ان بے چاروں نے مکھی پر مکھی شاید یوں ماری کہ علامہ عبدالعزیز حنفی بخاری (۷۳۰ھ) کی کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں کہیں لکھا دیکھ لیا۔ ان الامام ابا عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری اورد ھذا الحدیث فی کتابہ وھو الطود المنیع فی ھذا الفن وامام اھل الصنعۃ فکفی بایرادہ دلیلا علی صحتہ (ص ۳ ج ۳) معلوم نہیں مصنف کشف الاسرار نے امام بخاری کی کون سی کتاب (اگر براہ راست خود ہی اس کتاب سے نقل کیا ہے) مراد لی۔ اور پھر امام بخاری اگر اپنی کسی کتاب میں اس کو لائے ہیں تو کس انداز سے؟ مگر علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ) نے اسے صحیح بخاری کی حدیث خیال کر لیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صحیح بخاری تو کجا صحاح کی باقی کتابوں میں بھی نہیں بلکہ انکے علاوہ متداول کتب حدیث میں بھی اس مکذوبہ روایت کا نشان نہیں ملتا۔ دیکھئے کسی فن سے ناآشنا ہو کر اس میں دخل دینے والا کیسی کیسی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ [۲] صفحہ ۲۷۷ طبع نول کشور ۱۳۱۳ھ ص ۲۷۷ حاشیہ ۹ [۳] ارشاد الفحول ص ۳۱

امام عبدالرحمان ابن مہدی کہتے ہیں الزنادقة والخوارج وضعوا ذلك الحديث[۱]
حافظ ابن عبدالبر (۴۶۳ھ) کا کہنا ہے ھذہ الالفاظ لا تصح عنه صلی اللہ علیہ وسلم
عند اھل العلم بصحیح النقل من سقیمه[۲]۔ علامہ مجدالدین صاحب قاموس
(۸۱۶ھ) نے لکھا ہے۔ لم یثبت فیه شیئ وھذا الحدیث من اوضح
الموضوعات[۳]۔ حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) سے حافظ سخاوی (۹۰۲ھ) نے نقل کیا ہے۔
انه جاء من طرق لا تخلو من مقال[۴]۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ کے اس قول
کی تصدیق کے لئے حافظ ابن حزم (۴۵۶ھ) کی شہرہ آفاق کتاب الاحکام فی اصول
الاحکام[۵] دیکھنی چاہیئے۔ انہوں نے اس روایت کے چند مختلف طرق ذکر کر کے ان پر
بھرپور تفصیلی اور مدلل تنقید کی ہے، علامہ سید شریف جرجانی (۸۱۶ھ) کی طرف منسوب رسالہ
اصول حدیث میں (جو جامع ترمذی کے ساتھ بھی مطبوع ہے) اسے موضوع تسلیم کیا گیا ہے۔
اس طرح علامہ محمد طاہر فتنی (۹۸۶ھ) صاحب مجمع البحار نے بھی[۶] علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ)
نے یہ سب اقوال تقریباً نقل کئے ہیں[۷]۔

یہ ہے اس روایت کی گئی گذری حالت کہ حضرت امام شافعی اور امام عبدالرحمان ابن مہدی
کے زمانے سے لے کر آج تک تقریباً ہر دور کے آئمہ حدیث و محققین علماء نے اس کو مجروح
و مطرود قرار دیا ہے۔ مگر اس ستم ظریفی کے کیا کہنے کہ پرویز صاحب اور ان کے لگے بندھے
یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اسے رٹتے ہی چلے جارہے ہیں، سچ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ
نے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور ۵۶)

(۵) رحیق جلد ثالث کے شمارہ ۱ تا ۲ میں جناب مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے پرویز صاحب کے
متعلق لکھا تھا کہ وہ خود بھی حدیثوں کے پرکھنے کے معاملہ میں اس اصول کے قائل نہیں کہ
وہی حدیث قبول کی جائے جو قرآن کے مطابق ہو۔ پھر ان کی کتاب مقام حدیث (ص ۳۲۵ وغیرہ)
سے اپنا دعوے ثابت کیا تھا۔۔۔۔ جس کو اب تک "طلوع اسلام" نے (باقی بر صفحہ ۱۸۴)

---

[۱] جامع بیان العلم [۲] جامع بیان العلم ص ۱۹۱ ج ۲ [۳] سفر السعادہ ص ۱۴۶ [۴] المقاصد الحسنہ ص ۶۱ طبع ہند
[۵] ص ۷۶ تا ۷۹ ج ۲ [۶] تذکرة الموضوعات ص ۲۸ [۷] ارشاد الفحول ص ۲۱۳